

[مدیر ”اشراق“ اپنے ہفتہ وار درس قرآن و حدیث کے بعد شرکا کے سوالوں کے جواب دیتے رہے ہیں، یہاں ہم ان میں سے بعض سوال و جواب مرتب کر کے پیش کر رہے ہیں۔ نائب مدیر]

دعوت اور قرآن کا تعلق

سوال: غامدی صاحب ہماری دعوت بالعموم ہمارے اس فہم پر مبنی ہوتی ہے جو ہم آپ کے افکار سے حاصل کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کے افکار آپ کے اپنے فہم ہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ہماری دعوت قرآن مجید کی دعوت کس طرح بن سکتی ہے؟

جواب: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دعوت ہمیشہ قرآن مجید ہی کی طرف ہونی چاہیے، لیکن قرآن مجید کی دعوت کو پیش کرنے کا کام اصحاب علم ہی انجام دے سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے فہم کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے انسان کو ایک عمر درکار ہوتی ہے۔ یہ صلاحیت پیدا کرنے کے بعد ہی کوئی شخص قرآن کے درس و تدریس اور ترجمہ و تفسیر کی خدمت انجام دے سکتا ہے۔ یہی طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

جو اصحاب علم دین کے بارے میں رہنمائی کرتے ہیں، وہ بہر حال اپنا ایک نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے دین کو اخذ کرنے کے لیے کچھ اصول بھی متعین کیے ہوتے ہیں۔ ان کے کام پر ایک عمومی اعتماد ہی آپ کو ان سے وابستہ کرتا ہے۔ ہر صاحب علم جب اپنا نقطہ نظر پیش کرے گا تو اس کے دلائل دے گا۔ آپ اگر ان دلائل پر مطمئن ہیں تو اسے قبول کیجیے اور اگر آپ کو اطمینان نہیں ہے تو اسے قبول نہ کیجیے۔ لیکن جہاں تک دین کی دعوت کا تعلق ہے تو وہ قرآن اور سنت کو لوگوں تک پہنچانے کا نام ہے۔ دعوت کی بنیاد ہر حال میں انھی کو بننا چاہیے۔ قرآن و سنت کے علاوہ آپ جس چیز کو بھی دعوت کا موضوع بنائیں گے، وہ محض فرقہ بندیوں کا باعث بنے گی۔ البتہ آپ جن اہل علم پر اعتماد کرتے ہیں یا جن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، ان کی تحریروں یا تقریروں سے لوگوں کو متعارف کرانے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اس سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی نقطہ نظر کے بارے میں جو فہم آپ کو حاصل ہے، وہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جائے۔

دینی جماعتوں میں اتحاد

سوال: دینی جماعتوں اور مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتحاد کیسے ممکن ہے؟

جواب: یہ مسئلہ میری سمجھ میں کبھی نہیں آیا کہ مختلف نقطہ نظر کے حامل لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ دین کی دعوت کا کام بہر حال اہل علم کو کرنا ہے۔ اہل علم کے مابین دین کی تعبیر کے بارے میں کچھ اختلاف بھی ہوگا۔ اس اختلاف پر دین نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ یہ علمی اختلاف صحابہ کرام کے درمیان بھی موجود رہا ہے۔ چنانچہ ہر صاحب فکر کو اپنی بات دلائل کے ساتھ پیش کرنی چاہیے اور عام آدمی کو دلائل ہی کی بنیاد پر اس کی بات کو رد یا قبول کرنا چاہیے۔ اس وجہ سے میں نہیں سمجھتا کہ دین کی تفہیم کے کاموں میں کسی نوعیت کے اتحاد کی ضرورت ہے۔ آپ جیسے ہی اس کے لیے کوشش کریں گے، حق کے بارے میں گریز اور منافقت کے رویے کا شکار ہو جائیں گے۔ جبکہ دعوت کی ذمہ داری میں بنیادی چیز یہی ہے کہ آپ حق کی سچی شہادت دیں اور صاف صاف طریقے سے اس کو واضح کریں۔

اس وجہ سے میرے نزدیک اس معاملے میں ہمیں کسی اتحاد کی ضرورت نہیں، بلکہ مختلف دینی آراء کے بارے میں رواداری کا رویہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اختلاف رائے کو ذاتی عناد اور دشمنی کی بنیاد نہ بنائیں اور اس کی بنا پر فرقہ بندیوں کی دیواریں کھڑی نہ کریں۔ اتحاد قومی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے ہونا چاہیے۔ ان امور میں اگر مختلف گروہ یا جماعتیں چند نکات پر متفق ہو جاتی ہیں تو یہ خیر کی بات ہے۔

اردو کی منتخب تفاسیر

سوال: دعوت کا کام کرتے ہوئے کیا ہم کسی شخص کو مولانا مودودی صاحب کی تفسیر ”تفہیم القرآن“ پڑھنے کا مشورہ دے سکتے ہیں؟

جواب: جو شخص قرآن مجید کی زبان سے واقف نہیں ہے وہ لازماً ترجمہ اور تفسیر ہی کے ذریعے سے قرآن مجید کو سمجھے گا۔ ایسے شخص کو یہی مشورہ دینا چاہیے کہ وہ ممکن حد تک زیادہ سے زیادہ تفسیروں کا بغور مطالعہ کرے۔ اس کے بعد جن آراء پر اس کا اطمینان ہو جائے انھیں وہ اختیار کر لے۔ آپ اسے اردو زبان میں نمائندہ تفسیروں کا انتخاب کر کے دیں تو یہ اس کے لیے

زیادہ مفید ہوگا۔ مثال کے طور پر آپ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی ”بیان القرآن“، مفتی محمد شفیع صاحب کی ”معارف القرآن“، مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ”تفہیم القرآن“ اور مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کی ”تدبرِ قرآن“ مطالعے کے لیے تجویز کر سکتے ہیں۔

حافظِ قرآن کے توسط سے جنت میں جانا

سوال: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک باعمل حافظِ قرآن اپنے ساتھ دس افراد کو جنت میں لے جاسکتا ہے۔ اس روایت کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ کوئی ثابت شدہ روایت نہیں ہے۔ ایسی بہت سی روایات فضائل کے باب میں بیان کی جاتی ہیں۔ اور بسا اوقات اس طرح بیان ہوتی ہیں کہ دین کی اساسات کو متاثر کر دیتی ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قیامت میں فیصلہ اصلاً عمل کی بنیاد پر ہوگا۔ یہ دیکھا جائے گا کہ ایمان انسان کے اندر کتنا جاگزیں ہے اور اس نے اس کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کیا ہے۔ فیصلے کی اصل بنیاد یہی ہے۔ باقی سب چیزیں اس کے بعد مؤثر ہوتی ہیں۔

اپنا اور اپنے اہل و عیال کا تزکیہ

سوال: تزکیہ نفس کسے کہتے ہیں؟ تزکیہ کون کرتا ہے؟ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا تزکیہ کیسے کرنا چاہیے؟

جواب: دین کا مقصود تزکیہ نفس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو آلائشوں سے پاک کر کے ان کے فکر و عمل کو صحیح سمت میں نشوونما دی جائے۔ اللہ نے اپنے پیغمبر اسی مقصد کے لیے بھیجے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس اصول پر بنائی ہے کہ یہاں پر انسان اپنے نفس کی آلائشوں کو دور کرنے کی سعی کرے اور پیغمبروں کی تعلیمات کی رہنمائی میں اپنی ایسی تربیت کرے کہ جنت میں آباد ہونے کے قابل ہو جائے۔ جنت میں آباد ہونے کے لیے بنیادی شرط ہی تزکیہ نفس ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

” (اس وقت)، البتہ کامیاب ہوا وہ جس نے اپنا تزکیہ کیا اور اپنے پروردگار کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔ (نہیں)،

بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، دراصل حالیکہ آخرت (اس کے مقابلے میں) بہتر بھی ہے اور پائند بھی۔“

قرآن مجید انسان کے علم اور عمل دونوں کا تزکیہ کرتا ہے۔ قرآن علم کے تزکیے کے لیے جو تعلیم دیتا ہے اسے اپنی اصطلاح میں ”حکمت“ سے تعبیر کرتا ہے اور جو تعلیم عمل کے تزکیے کے لیے دیتا ہے اسے ”شریعت“ سے تعبیر کرتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ جو ہدایات ایمانیات کے بارے میں ہیں، وہ علم کا تزکیہ کرتی ہیں اور جو ہدایات قانون اور ضابطوں سے متعلق ہیں، وہ عمل کا تزکیہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب قرآن مجید شرک کی تردید کرتا ہے تو وہ ذاتِ خداوندی کے بارے میں ہمارے علم کا تزکیہ کرتا ہے اور جب خالص اسی کی عبادت میں سرگرمی کی ترغیب دیتا ہے تو عمل کا تزکیہ کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ تزکیہ دین کرتا ہے، کوئی انسان نہیں کرتا۔ ہر زمانے میں بہت سے اہل علم پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ کی کتاب بالکل محفوظ شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، اس کا مطالعہ کر کے یہ طے کیا جاسکتا ہے کہ کون سی بات صحیح اور کون سی بات غلط ہے۔ کوئی عالم یا دینی تربیت کرنے والا صرف یہ کام کرتا ہے کہ وہ آپ کو دین کی تعلیمات سے آگاہ کرتا ہے اور دینی ماحول اور اچھی صحبت فراہم کرتا ہے۔ گویا وہ بذاتِ خود ہمارا تزکیہ نہیں کرتا، بلکہ تزکیہ کرنے والے دین سے ہمیں وابستہ کر دیتا ہے۔ یعنی وہ مرکزی (تزکیہ کرنے والا) نہیں ہوتا، بلکہ معلم (تعلیم دینے والا) ہوتا ہے۔

جن اصحاب علم پر آپ کو اعتماد ہے، ان سے دین سیکھیے۔ جب آپ دین کو سمجھ لیں گے تو پھر آپ کی فطرت بیدار ہوگی اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کو اپنے علم اور عمل کو کون کن چیزوں سے پاک کرنا ہے۔ جہاں تک اپنے اہل و عیال کا تعلق ہے تو ان کی آخرت کے بارے میں آپ کو لازماً فکر مند ہونا چاہیے۔ ان کو تزکیہ نفس کی منزل تک پہنچانے کے لیے آپ کو جدوجہد کرنی چاہیے، لیکن اس جدوجہد کا واحد راستہ دینی تعلیم و تربیت اور صالحین کی صحبت ہے۔ دینی تعلیم خود بھی حاصل کیجیے اور اپنے اہل خانہ کے لیے بھی اس کا بندوبست کیجیے۔ دین کے معلمین کی مجالس میں بیٹھیے اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کیجیے جنہوں نے اپنی زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھالا ہوا ہے۔ اپنے اہل و عیال اور احباب کو بھی صاحبِ کردار علما کی صحبت میں بیٹھنے کی ترغیب دیجیے۔ گھر والوں کو نماز کا پابند بنائیے اور ان کے دل و دماغ میں یہ شعور پیدا کیجیے کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ اس دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے اور یہ محض ایک آزمائش ہے۔ ان کے ذہنوں میں، ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دیجیے کہ آخرت کی کامیابی صرف اور صرف انھی لوگوں کو نصیب ہوگی جو اس دنیا میں خدا کے دین کی طرف متوجہ ہوں گے اور اپنے علم و عمل کو آلائشوں سے پاک کر لیں گے۔

انسانی اعضا کا عطیہ

سوال: مرنے سے پہلے انسان اپنے جسمانی اعضا کے عطیے کی وصیت کر سکتا ہے؟

جواب: دین میں اس کے متعلق کوئی منفی یا مثبت بات بیان نہیں ہوئی۔ اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں بعض علمائے جو دلائل دیے ہیں، ان میں، میرے نزدیک کوئی دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر اسے ممنوع قرار دیا جائے۔ اس لیے اس معاملے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہے وہ اپنے اعضا کے عطیے کی وصیت کر سکتا ہے۔

رفع یدین

سوال: نماز میں رفع یدین کے بارے میں آپ کا کیا نقطہ نظر ہے؟ بعض لوگوں کے نزدیک یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہے، وضاحت فرمادیجیے؟

جواب: میرے نزدیک صرف وہی چیزیں سنت کی حیثیت رکھتی ہیں جو صحابہ کرام کے اجماع سے ہم تک منتقل ہوئی ہیں۔ ہم انھی چیزوں پر اصرار کر سکتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی پر لوگوں کو توجہ بھی دلا سکتے ہیں۔ جن امور میں صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہے، انھیں نہ سنت کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ ان پر عمل کے لیے اصرار کیا جاسکتا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق رفع یدین بھی ان چیزوں میں شامل ہے جن پر صحابہ کا اجماع نہیں ہو سکا، اس وجہ سے میں اسے سنت نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد چاہے ساری دنیا متفق ہو کر اسے سنت قرار دینے لگے تو میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

یتیم پوتے کی وراثت

سوال: یتیم پوتے کی وراثت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس بارے میں قرآن و سنت کے کیا دلائل ہیں؟

جواب: یتیم پوتے کی وراثت کے بارے میں قرآن و سنت بالکل خاموش ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی اس کے متعلق کوئی بات وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کی گئی۔ اس سلسلے میں ہمارے علمائے قرآن مجید کے اصولوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا ہے۔ اس لیے یہ بالکل ایک اجتہادی نوعیت کا معاملہ ہے۔ اس وجہ سے اس میں اگر کوئی اختلاف رائے ہو تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے اور اسے قرآن و سنت کی تردید یا تقلید کا مسئلہ بھی نہیں بنانا چاہیے۔ جس رائے پر اطمینان ہو، اس کو اختیار کر لینا چاہیے۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو میں میراث میں یتیم پوتے کا حق مانتا ہوں۔

نماز کے بارے میں اختلافات

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مختلف طریقوں سے نماز ادا کی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو مسلمانوں میں نماز کے بارے میں عملی اختلافات کیوں پائے جاتے ہیں؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز مسلمانوں کو سکھائی، اس میں دو طرح کے امور ہیں۔ ایک وہ امور ہیں جنہیں آپ نے سنت کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔ یہ نماز کے لازمی اجزاء ہیں اور ان میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ مثال کے طور پر نمازوں کی تعداد، ان کے اوقات، اذان کے الفاظ، نمازوں کی رکعتیں، قیام میں سورۃ فاتحہ اور قرآن کے کچھ حصے کی تلاوت، رکوع کا طریقہ، سجدے کا طریقہ اور تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا وغیرہ۔

دوسرے امور وہ ہیں جنہیں آپ نے سنت کی حیثیت سے جاری نہیں فرمایا، بلکہ کچھ اصولی ہدایات دے کر انہیں لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے۔ مثال کے طور پر ثنا، قعدے میں پڑھی جانے والی دعائیں، حضور کے لیے دعا (درو)، قیام کی صورت میں ہاتھ باندھنا، سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند یا پست رکھنا اور تکبیریں کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا وغیرہ۔

پہلی نوعیت کے امور میں امت میں ہمیشہ اتفاق رہا ہے اور یہی وہ معاملات ہیں جن پر ہمیں اصرار کرنا چاہیے۔ جہاں تک دوسری نوعیت کے امور کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں ہم اپنے ذوق کے مطابق کوئی چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ یہی وہ امور ہیں جن میں علما کی آراء مختلف رہی ہیں۔ ان اختلافات سے نماز کی اصل ہیئت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ان معاملات کو چونکہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے، اس لیے ہمیں بھی ان میں سے کسی چیز پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔

ان معاملات کو جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کے طور پر جاری نہیں فرمایا جن کے بارے میں لوگوں کو اختیار دیا، انہیں چند مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور نے دیکھا کہ ایک صحابی قعدے میں دعا کے موقع پر اس طرح کے کلمات ادا کر رہے ہیں: ”السلام علی اللہ“ یعنی اللہ پر سلامتی ہو۔ حضور نے انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ تو سراسر سلامتی ہیں۔ انسانوں کا ان کے لیے سلامتی کی دعا کرنا بے ادبی کے مترادف ہے۔ پھر آپ نے ”التحیات“ کے کلمات سکھائے۔ گویا ایسا نہیں ہوا کہ حضور نے ابتدائی طور پر نماز سکھاتے ہوئے ”التحیات“ سکھائی ہو، بلکہ ایک غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور سلام پیش کرنے کا صحیح اسلوب بتایا۔

سورہ فاتحہ سے پہلے شاپڑھنے کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ حضور امامت کرتے وقت سورہ فاتحہ کی تلاوت سے پہلے کچھ دیر خاموش کھڑے رہتے ہیں۔ انھوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز شروع کرتے وقت پروردگار کے حضور میں اپنی طرف سے کچھ حمد و ثنا کے کلمات پیش کرتا ہوں۔ لوگوں نے سیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے انھیں 'سبحانک الہم وبحمدک' اور اس طرح کے بعض دوسرے کلمات سکھائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا یعنی درود بھی لوگوں نے اسی طرح سیکھا۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز کے بعض حصوں کو حضور نے سنت کے طور پر جاری نہیں فرمایا۔ ان کی حیثیت اختیاری ہے۔ ان اختیاری امور میں ہر مسلمان فطری طور پر چاہے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مختارات جاننے کی کوشش کرے۔ نہیں جان سکے گا تو لازماً اجتہاد کرے گا۔ اس میں ظاہر ہے کہ اختلاف ایک فطری بات ہے۔

بیرون ملک بذریعہ ہنڈی رقم بھجوانا

سوال: کیا بیرون ملک اپنی رقم بذریعہ ہنڈی بھجوائی جاسکتی ہے؟ اس کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ بینک بالعموم ڈالریا درہم کاریٹ کم کر کے اور تاخیر سے ادائیگی کرتے ہیں۔

جواب: اس معاملے کا تعلق دین یا شریعت سے نہیں، بلکہ ملکی قانون سے ہے۔ اگر ملکی قانون میں اس کی گنجائش ہے تو آپ یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر ملکی قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے تو پھر ہرگز یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ ملکی قانون کی خلاف ورزی جس طرح نظم ریاست میں جرم ہے، اسی طرح شریعت میں بھی جرم ہے۔

ملکہ سبا کا تخت

سوال: قرآن مجید کے مطابق ایک شخصیت نے ملکہ سبا کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پلک جھپکتے میں حاضر کر دیا تھا۔ یہ کام کس علم کے تحت انجام دیا گیا؟

جواب: موجودہ زمانے میں لوگوں کو اس پر تعجب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ مادی علوم پر کچھ دسترس حاصل کرنے کے بعد ہم ہزاروں میل دور ہونے والے عمل کو اسی وقت اپنے سامنے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کسی شخص کی تصویر، گفتگو اور حرکات

وسکنت براہِ راست ہم تک پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ کمپیوٹر کی ایجاد جو معجزے دکھا رہی ہے، چند سال پہلے ان کا تصور ہی کیا جاسکتا تھا۔ موجودہ زمانے میں جس طرح مادی علوم حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہے ہیں، قدیم زمانے میں اسی طرح کے کارنامے نفسی علوم کے ذریعے سے انجام دیے جاتے تھے۔ چنانچہ جس طرح مادی علوم کا دین سے کوئی تعلق نہیں، اسی طرح نفسی علوم کا بھی دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو صاحبِ ملکہ سب کا تخت لے کر آئے، ان کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے کہ: ”ان کے پاس قانونِ خداوندی کا ایک علم تھا۔“ ہو سکتا ہے کہ دورِ جدید کے مادی علوم بھی کبھی اس مقام پر پہنچ جائیں کہ ہمارے سامنے پڑی ہوئی چیز چشمِ زدن میں امریکہ اور آسٹریلیا پہنچ جائے۔ ان صاحب کے کارنامے کی نوعیت ایسی ہی ہے جیسی ہمارے زمانے میں کسی موجد یا سائنس دان کے کسی کارنامے کی ہے۔

”اقامتِ دین“ کا مفہوم

سوال: قرآن مجید کی اصطلاح ”اقامتِ دین“ کا کیا مفہوم ہے؟
 جواب: ”اقامتِ دین“ کا مفہوم ہے دین کو پوری طرح اختیار کرنا۔ یعنی دین کو اس کی روح اور اس کے قالب کے لحاظ سے اپنالینا۔ ”اقامتِ دین“ کے الفاظ میں لفظِ اقامت کے وہی معنی ہیں جو ”اقامتِ صلوٰۃ“ میں اس لفظ کے ہیں۔ تاریخِ اسلام کے جید علمائے ہر زمانے میں ان الفاظ کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ موجودہ زمانے میں بعض اہلِ علم نے ان الفاظ سے مختلف معنی اخذ کرنے کی جو کوشش کی ہے، وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔

نظمِ قرآن

سوال: نظمِ قرآن سے کیا مراد ہے؟
 جواب: نظمِ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام سورتیں موضوعات کی ایک خاص ترتیب کے ساتھ رکھی گئی ہیں۔ ہر سورہ اپنا ایک خاص موضوع رکھتی ہے۔ اس موضوع کے مطالب ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان ہوتے ہیں۔ ہر سورہ کی ایک تمہید ہوتی ہے اور ایک خاتمہ ہوتا ہے۔ ہر آیت اپنا ایک سیاق و سباق رکھتی ہے۔ اس طرح قرآن مجید ایک منظم، مرتب اور مربوط کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی نوعیت اقوال کے کسی ایسے مجموعے

کی نہیں ہے جس کے ہر قول کے مختلف مطالب اخذ کیے جاسکتے ہوں، بلکہ اس کی نوعیت ایک ایسی منظم کتاب کی ہے جس کا ہر جملہ اپنا ایک متعین مفہوم اور طے شدہ پیغام رکھتا ہے۔

احادیث کی تدوین

سوال: احادیث کی تدوین کب شروع ہوئی اور اس کا محرک کیا تھا، بعض جلیل القدر صحابہ سے کم روایات کیوں منقول ہیں؟

جواب: احادیث کی تدوین صحابہ کرام کے زمانے ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ بعض اصحاب نے اپنے چھوٹے چھوٹے مجموعے بھی مرتب کر لیے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ کام ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر گیا اور تقریباً ڈھائی تین سو سال میں یہ کام منظم مجموعوں کی شکل میں مرتب ہو گیا۔ جہاں تک اس کام کے محرکات کا تعلق ہے تو یہ بات ہم سب پر واضح ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی ہستی نہیں تھے۔ جس ہستی کے جسم اطہر سے چھو کر ٹپکنے والے پانی کے قطروں کو لوگ زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے، اس کی زبان سے نکلنے والے لافانی الفاظ سے وہ کیونکر صرف نظر کر سکتے تھے۔ لوگ تو ہم آپ جیسوں کی باتوں کو محفوظ کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ وہ ہستی تو پیغمبر کی ہستی تھی۔ ہم جیسے تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہیں۔ جو لوگ ان کے زمانے میں موجود تھے، انھوں نے بالکل فطری طور پر آپ کے علم و عمل کو محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ بلاشبہ انسانیت پر یہ ان کا عظیم احسان ہے۔ آپ کے علم و عمل کی روایات کو آگے بیان کرنے میں بعض لوگ البتہ، بے حد احتیاط کا طریقہ اختیار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اس معاملے میں حد درجہ محتاط تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے بہت کم روایات بیان ہوئی ہیں۔

عورتوں کا بال ترشوانا

سوال: کیا عورتوں کا بال ترشوانا جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں مردوں سے مشابہت ہو جاتی ہے، لیکن یہ بات دل کو نہیں لگتی۔

جواب: عورتوں کے بال ترشوانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ بال تراش کر ایسی ہیئت نہیں بنانی چاہیے کہ عورت مرد

کے مشابہ محسوس ہو۔ اسی طرح مردوں کو بھی ایسے بال نہیں رکھنے چاہئیں کہ وہ عورتوں جیسے لگیں۔ یہ طرز عمل فطرت کے خلاف ہے۔ اور ہر خلاف فطرت چیز اللہ کو ناپسند ہے۔

قرآن کا مردوں کو زیادہ اہمیت دینا

سوال: میری بہن کو اس بات کا بہت گلہ ہے کہ قرآن نے مردوں ہی کو کیوں زیادہ مخاطب کیا ہے، جبکہ خواتین زیادہ نازک اور حساس طبیعت کی مالک ہوتی ہیں۔ انھیں اسلام میں دوسرے درجے کی مخلوق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے وہ مردوں کے برابر ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ جنت میں عورتوں کو ملنے والی نعمتوں کو عورتوں ہی کے حوالے سے بیان کیا جاتا، جیسا کہ مردوں کے لیے حوروں کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لیے کوئی نئی زبان ایجاد نہیں کرتے، بلکہ جس قوم میں وہ اپنا پیغام نازل کرتے ہیں، اسی کی زبان کو اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ دنیا کی زبانوں میں مرد و عورت کو مشترک طور پر مخاطب کرنے کے لیے مذکر ہی کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب قرآن مجید یہ صیغہ استعمال کرتا ہے تو عورتیں مردوں کے ساتھ شامل ہوتی ہیں۔

یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ مردوں کے لیے جنت کی کچھ خاص نعمتیں ہیں۔ عورتوں کے لیے بھی اسی طرح جنت کی نعمتیں ہیں جس طرح مردوں کے لیے ہیں۔ جہاں تک ازواج کا تعلق ہے تو اس کے لیے قرآن نے ازواج مطہرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طرفین کے لیے پاکیزہ جوڑے ہوں گے۔ اس کے بجائے اگر یہ بات کہی جاتی کہ وہاں عورتوں کو دس دس مرد ملیں گے تو آپ خود سوچیے کہ کیا یہ کوئی شایستہ اسلوب ہوتا؟ میرا خیال ہے کہ ہماری بہنوں کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عفت کا لحاظ کرتے ہوئے ساری بات ایک جملے میں بیان کر دی ہے۔

قضا نمازوں کی تسبیحات سے تلافی

سوال: کئی کتابوں میں پڑھا ہے کہ قضا نمازوں کے لیے اگر چند خاص نمازوں میں بعض تسبیحات پڑھ لی جائیں تو ان سے قضا نمازوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: قضا نمازوں کے حوالے سے علمائے امت میں، بالعموم دو ہی مسلک پائے جاتے ہیں: ایک یہ کہ آپ ہر فرض نماز کو ادا کرتے ہوئے، نوافل کی جگہ پر یا ان کے علاوہ قضا نماز بھی پڑھ لیں۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور آئندہ کوتاہی نہ کرنے کا عہد کریں اور اس کے بعد امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ ان دونوں طریقوں کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ آپ ان میں سے کسی پر بھی عمل کر سکتے ہیں۔ یہ بات، البتہ درست نہیں ہے کہ بعض تسبیحات قضا نمازوں کی تلافی کر سکتی ہیں۔

لڑکے اور لڑکی کی محبت کا جواز

سوال: کیا اسلام کے مطابق لڑکے اور لڑکی کی محبت جائز ہے؟

جواب: جہاں تک کسی سے محبت ہو جانے کا تعلق ہے تو اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر اس کا تعلق انسان کے شعوری فیصلے سے نہیں ہوتا۔ البتہ، اگر محبت ہوگئی ہے تو اس کے اظہار کے لیے جو آداب ملحوظ رہنے چاہئیں، اسلام ان کی طرف متوجہ کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کن حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں بنیادی باتیں بس یہی ہیں کہ:

- ۱۔ حیا کا دامن کسی حال میں بھی نہیں چھوٹنا چاہیے۔
- ۲۔ نکاح سے قبل ہر طرح کا جسمانی تعلق ممنوع ہے۔

حضور سے زیادہ نمازیں پڑھنا

سوال: آپ نے اپنے ایک درس میں فرمایا تھا کہ آدمی کو اتنی ہی نمازیں پڑھنی چاہئیں جتنی حضور نے پڑھی ہیں۔ لیکن حضور کی زندگی میں تو گناہ بہت کم تھے، جبکہ ہماری زندگیاں گناہوں سے بھری پڑی ہیں۔ اس وجہ سے کیا ہمیں زیادہ نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟

جواب: اسی طرح کا سوال جب بعض لوگوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح تم لوگ بدعتیں پیدا کر لو گے۔ میں خدا سے تمہارے مقابلے میں زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ تم کو جو نیکی بھی کرنی ہے، وہ

میری سنت اور میرے اسوہ کے مطابق کرو۔ چنانچہ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

حکمرانوں کی اصلاح

سوال: حکمرانوں کی اصلاح کا کام انفرادی سطح پر ہونا چاہیے یا اس کے لیے اجتماعی سطح پر تنظیم سازی ہونی چاہیے؟
جواب: اس کا انحصار آپ کی اپنی صلاحیت اور آپ کے حالات پر ہے۔ اگر آپ یہ کام انفرادی طور پر کرنا چاہتے ہیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ہماری تاریخ میں امت کے اکابرین نے زیادہ تر انفرادی سطح ہی پر کام کیا ہے۔ اگر آپ موجودہ جمہوری نظام میں کوئی تنظیم قائم کر کے یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی بالکل جائز ہے۔ ان میں سے کوئی طریقہ نہ واجب ہے نہ فرض ہے۔ آپ کا فیصلہ اپنی صلاحیت، اپنے حالات اور اپنے تمدن کے تقاضوں کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔

دین کے بنیادی نظریات کا اثبات

سوال: دین کے بنیادی نظریات نظری طور پر ہی ثابت ہو سکتے ہیں، کیا جزا و سزا کے لیے یہ بنیاد کافی ہے؟
جواب: دین کے بنیادی عقائد یعنی وجود باری اور آخرت کے اثبات کے بارے میں انسان کی فطرت کی شہادت ہے، کائنات کے مجموعی نظام کی گواہی ہے، انبیاء علیہم السلام نے نہایت وضاحت کے ساتھ انسانوں کو ان سے آگاہ کیا ہے، تاریخ انسانی نے قطعی حسی دلائل اس ضمن میں پیش کیے ہیں۔ کیا اس کے بعد انسان کے پاس کوئی عذر باقی رہ جاتا ہے؟

وضو کے دوران میں ریح کا اخراج

سوال: وضو کے دوران میں ریح خارج ہو جائے تو لوگ آلودہ مقام کے بجائے، پھر سے ہاتھوں اور دوسرے اعضا کو دھونا شروع کر دیتے ہیں، یعنی وضو کرنے لگتے ہیں۔ اس کی کیا حکمت ہے؟
جواب: جب ریح خارج ہو تو آپ کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور جب وضو ٹوٹ جائے گا تو پھر لازماً دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ ریح

خارج ہونے سے آلودگی کی نوعیت ایسی نہیں ہوتی کہ اسے دھونے کو ضروری قرار دیا جائے۔

درویش شریف پڑھنے کی دینی حیثیت

سوال: کثرت سے درویش شریف پڑھنے کی دینی حیثیت کیا ہے؟ نیز جو فضائل و برکات اور کمالات درویش شریف سے منسوب کیے جاتے ہیں، وہ کس حد تک درست ہیں؟

جواب: درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رحمت و برکت اور بلندی درجات کی دعا ہے۔ یہ دعا آپ جتنی زیادہ کریں گے، وہ آپ لیے باعثِ اجر ہوگی۔ درود فارسی زبان کا لفظ ہے اور دعا ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ہم اپنے لیے دعا کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال کے لیے دعا کرتے ہیں، اپنے والدین کے لیے دعا کرتے ہیں، اسی طرح ہم اپنے عظیم محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ یہ دعا آپ کے ایمان کی علامت ہے، حضور کے ساتھ آپ کے تعلق کی علامت ہے۔ حضور کے ساتھ تعلق دین ہے۔ حضور کے ساتھ تعلق کا اظہار دین ہے۔ حضور سے محبت دین ہے۔ باقی جہاں تک ان فضائل، برکات اور کمالات کا تعلق ہے جو اس ضمن میں بیان کیے جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ چیزیں تو بے شک درست ہیں، لیکن زیادہ تر چیزیں محض افسانہ ہیں۔

قرآن کا صرف اردو ترجمہ پڑھنے کا اجر

سوال: اگر کوئی شخص عربی پڑھنا نہیں جانتا اور قرآن مجید کا صرف اردو ترجمہ پڑھ سکتا ہے تو کیا اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا عربی میں قرآن کی تلاوت کرنے والے کو ملتا ہے؟

جواب: جی ہاں، اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا، کیونکہ وہ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کی ہدایت کو پانے کی سعی کر رہا ہے۔ لیکن قرآن کی عربی کے اندر جو نور ہے اور اس کے ذریعے سے خدا کے ساتھ جو تعلق پیدا ہوتا ہے، اس کے حصول کے لیے اسے ہر ممکن کوشش کرنے چاہیے کہ قرآن کے الفاظ اس کی زبان پر جاری ہوں۔ جو شخص اردو پڑھ سکتا ہے، اس کے لیے تو قرآن کی عربی عبارت پڑھنے میں زیادہ مشکل نہیں ہونی چاہیے۔ تھوڑی سی رہنمائی کے بعد وہ آسانی قرآن پڑھ سکے گا۔

گالی دینے سے وضو ٹوٹنا

سوال: کیا گالی دینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: گالی دینا بجائے خود اچھی بات نہیں ہے۔ گالی دینے سے اگرچہ وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر کوئی شخص گالیاں دے کر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جتنا زیادہ پاکیزہ ہو کر خدا کے حضور میں کھڑا ہوگا، اس کی نماز اتنی ہی مقبول ہوگی۔ اس وجہ سے بہتر یہی ہے کہ وہ دوبارہ وضو کر لے۔

ٹیلی وژن کے مضر اثرات

سوال: اب جبکہ ٹیلی وژن ہر گھر کا لازمی حصہ بن گیا ہے تو گھریلو خواتین کو اس کے مضر اثرات سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

جواب: تمدن کے ارتقا کے نتیجے میں ٹیلی وژن نے جو سماجی اور معاشرتی حیثیت حاصل کر لی ہے، اس کے بعد اسے گھر سے نکالنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس طرح کی کوشش خطرناک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اس صورت حال میں ہر شخص کو دو کام کرنے چاہئیں: ایک یہ کہ وہ جب بھی موقع پائے کارپرداز لوگوں کو اس کے مضر اثرات سے آگاہ کرے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے اہل خانہ کے اندر خیر و شر کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ وہ ان کے دلوں میں جنت کی طلب پیدا کرے۔ انھیں سمجھائے کہ نفس کی یہ معمولی سی آلائش وہاں کتنے بڑے خسارے کا باعث بن جائے گی۔ آخرت کے صحیح شعور کو جب آپ اپنے اہل خانہ کے اندر اجاگر کر دیں گے تو یہ چیزیں آپ سے آپ بے معنی ہوتی چلی جائیں گی۔

صحیح مسالک

سوال: دین کے اعتبار سے کون کون سے مسالک صحیح ہیں؟

جواب: دین کے بارے میں جو مسالک، مکاتبِ فکر یا نقطہ ہائے نظر اس وقت موجود ہیں انھیں انسانوں ہی نے اپنے فہم کی روشنی میں قائم کیا ہے۔ ان میں سے کسی مکتبِ فکر کی ضروری نہیں کہ ہر بات صحیح ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بات غلط ہو۔ علم و فکر کے اعتبار سے کسی بھی انسانی کاوش کو بالکل صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ میں جو دین آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اس کے بارے میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ یہ سارے کا سارا لازماً صحیح ہوگا۔ میری اپنی تاریخ مجھے بتاتی ہے کہ میں نے اپنی قائم کی ہوئی بہت سی آراء سے رجوع کیا ہے۔ اب سے پہلے کسی رائے کو میں اپنے علم و عقل کے مطابق صحیح سمجھتا تھا اور پورے یقین کے ساتھ اس کو بیان کرتا تھا، آج میں اپنے علم و عقل کی روشنی میں اس رائے کو غلط سمجھتا ہوں۔ میرے ایمان و یقین کا معاملہ اصل میں میرے فہم کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس معاملے میں صحیح رویہ یہی ہے کہ ہمیں ہر وقت اپنے دل و دماغ کو کھلا رکھنا چاہیے اور اپنی رائے کے تعصب میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ مکاتبِ فکر کے بارے میں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ فلاں مکتبِ فکر حقیقت کے زیادہ قریب ہے، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں مکتبِ فکر سرتا سر حق ہے۔ حق کی حتمی حجت کی حیثیت صرف اور صرف اللہ کے پیغمبر کی بات کو حاصل ہے۔ اس کو معیار بنا کر آپ کسی بات کے رد یا قبول کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ڈش انٹینا پر پابندی

سوال: ڈش انٹینا کے ذریعے سے عریانی اور فحاشی کی وبا تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا اس پر پابندی نہیں لگنی چاہیے؟

جواب: موجودہ زمانے میں سائنس نے جو غیر معمولی ترقی کر لی ہے، اس کے بعد اب اس طرح کی چیزوں پر پابندی لگانا عملی طور پر ممکن نہیں رہا۔ آپ ایک دروازہ بند کریں گے تو کئی چور دروازے کھل جائیں گے۔ اس لیے ہمیں اس طرح کی ایجادات سے گریز کے راستے تلاش کرنے کے بجائے اس بات کو ہدف بنا لینا چاہیے کہ ہم انھیں زیادہ سے زیادہ دینی مقاصد کے لیے استعمال کریں۔ میڈیا کی قوت کے ذریعے سے ہمیں دین کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔

ڈش انٹینا کا تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال

سوال: کیا ڈش انٹینا کو تعلیمی اور معلوماتی مقاصد کے لیے لگایا جاسکتا ہے؟

جواب: اگر آپ اس پر کنٹرول کر سکیں اور گھریلو ماحول کو اس کے مفاسد سے محفوظ رکھ سکیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ بلاشبہ اس پر ایسے چینل موجود ہیں کہ اگر لوگ ان کا اچھا ذوق پیدا کر لیں تو وہ اس میڈیا کی دوسری غلاظتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جیسے ڈسکوری اور نیشنل جغرافیہ کے چینل ہیں، جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کیا کیا قدرتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کارفرما کر رکھی ہیں، کیسی کیسی مخلوقات ہیں جو اس نے تخلیق کر رکھی ہیں، کیا کیا رعنائیاں ہیں جو اس نے کائنات میں بکھیر رکھی ہیں۔

کسی کو کافر قرار دینا

سوال: کیا اسلامی شریعت کے مطابق ہم کسی کو کافر قرار دے سکتے ہیں؟

جواب: اسلامی شریعت کے مطابق کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا، حتیٰ کہ کوئی اسلامی ریاست بھی کسی کی تکفیر کا حق نہیں رکھتی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی ہے کہ اسلام سے واضح انحراف کی صورت میں کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دے دے، کافر قرار دینے کا حق اس کو بھی نہیں ہے۔ دین کی اصطلاح میں کافر قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر اللہ کی حجت پوری ہو گئی ہے اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس نے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر دین کا انکار کیا ہے۔ دین کی کامل وضاحت جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو، صرف اللہ کا پیغمبر اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ ہی کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے اتمام حجت کے بعد تکفیر کا حق دین نے انہی کو دیا ہے۔ ان کے بعد دین کی کامل وضاحت چونکہ کسی فرد یا اجتماع کے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے اب تکفیر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں کو اب اس کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ہم کسی کے عقیدے کو باطل یا کفر سمجھتے ہیں تو ہمیں پوری دردمندی کے ساتھ اسے نصیحت کرنی چاہیے اور دلائل اور حکمت کے ساتھ اس کی غلطی واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

تزکیہ نفس کا طریقہ

سوال: کیا کوئی ایسی ترکیب ہے جسے استعمال کر کے تزکیہ نفس کی منزل کو حاصل کیا جاسکتا اور آفات اور شیطانی وسوسوں سے بچا جاسکتا ہے؟

جواب: میں نے ہمیشہ یہ عرض کیا ہے کہ اس معاملے میں ادھر ادھر سے ترکیبیں پوچھنے کے بجائے اس راستے پر گامزن رہنا چاہیے جو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور جس پر صحابہ کرام چلے۔ اس راستے پر چلتے ہوئے نتائج، بے شک جلد نہیں نکلتے، مگر جب نکلتے ہیں تو بڑے محکم اور پائدار ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ان تین باتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیجیے:

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت کو روزمرہ کا معمول بنائیے۔

تلاوت سے مراد بے سوچے سمجھے الفاظ کی تکرار کرنا نہیں ہے، بلکہ ہدایت طلبی کے پورے شعور کے ساتھ مطالعہ کرنا ہے۔

۲۔ مسجد کے ساتھ اپنے تعلق کو پوری طرح قائم رکھیے۔

۳۔ ہفتے میں کچھ نہ کچھ وقت نیک لوگوں کی صحبت میں گزارے۔

یہ تین نکات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ماخوذ ہیں۔ یہی سلوک محمدی ہے۔ آپ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا سلوک یا طریقہ اختیار کریں گے تو اس کا شدید اندیشہ ہے کہ آپ آفات سے بچنے کے بجائے آفات کا شکار ہو جائیں۔ اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک کرنے کے بجائے اسے آلودہ کر لیں۔ اللہ کے قرب اور اس کی فرماں برداری کی منزل کو پانے کے بجائے مشرکانہ مشاغل اختیار کر کے اس منزل سے دور ہوتے چلے جائیں اور اپنی دانست میں تزکیہ نفس کو حاصل کرنے کے باوجود، حقیقت میں اس سے محروم رہیں۔

شادی میں والدین کی رضامندی

سوال: کیا شادی میں والدین کی رضامندی ضروری ہے؟

جواب: قرآن مجید نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ نکاح معاشرے کے معروف کے مطابق ہونا چاہیے۔ کسی صالح معاشرے کے اندر اس معاملے میں جو ضوابط ہیں، جو روایات ہیں، جو رسوم و رواج ہیں، انھی کے مطابق اس ذمہ داری کو انجام پانا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے نہ صرف والدین سرگرم ہوتے ہیں، بلکہ دیگر اعزہ اور احباب بھی اس عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ اسی سے رشتوں میں حسن پیدا ہوتا ہے، اسی سے اچھی معاشرت وجود میں آتی ہے اور یہی ہمارا معروف ہے۔

اگر کسی موقع پر والدین اپنے بچوں کی ترجیحات کو یکسر نظر انداز کر دیں اور ناجائز طور پر اپنی مرضی ان پر مسلط کرنا چاہیں تو اس معروف کی خلاف ورزی جائز ہو سکتی ہے، لیکن اس معاملے میں غلط یا صحیح کا تعین کسی معاملے کو سامنے رکھ کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر والدین کا موقف درست ہو اور کسی موقع پر اولاد کی بات ٹھیک ہو۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس معاملے میں اولاد اور والدین دونوں ہی کو اعتدال کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ نہ والدین کو سختی اور جبر سے کام لینا چاہیے اور نہ اولاد کو نافرمانی اور انحراف کی روش اختیار کرنی چاہیے۔ باہمی موافقت اور محبت سے یہ معاملہ انجام پانا چاہیے۔

وتر کی قضا

سوال: نماز وتر اگر چھوٹ جائے تو کیا اس کی قضا پڑھی جائے گی؟

جواب: حنفی نماز وتر کو واجب قرار دیتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک وتر اگر چھوٹ جائے تو ان کی قضا ہوگی۔ میرے نزدیک وتر اصل میں تہجد کی نماز ہے۔ تہجد کی نماز نفل ہے، اس لیے اس کی قضا نہیں ہوگی۔ بعض لوگوں کی کمزوری کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کو اس کے اصل وقت سے پہلے پڑھنے کی اجازت دی، اس لیے عام لوگوں نے اسے عشا سے متصل کر کے پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ نماز چونکہ وتر یعنی طاق ہوتی ہے، اس لیے اس کو وتر کہا جانے لگا۔ بہر حال یہ ایک نفل نماز ہے اور نفل نماز کی قضا نہیں ہوتی۔

خودکشی میں رضا الہی

سوال: کیا خودکشی کرنے والے کی تقدیر میں یہ بات پہلے سے لکھ دی جاتی ہے کہ وہ خودکشی کرے گا، اور کیا اس میں اللہ کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے؟

جواب: خودکشی کے عمل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل نہیں ہوتی، بلکہ اس کا اذن شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آزمائش کے لیے انسانوں کو اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے برائی یا ظلم کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ اجازت نہ دیتے تو آزمائش ناممکن تھی۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے برائی اور بھلائی کا شعور دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ اس صورت حال میں جب کوئی شخص خودکشی کا اقدام کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجھے دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ غلط تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک بڑا سنگین جرم ہے، اس میں خدا کی رضا کیسے شامل ہو سکتی ہے؟

آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

سوال: کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟

جواب: یہ بات کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، امورِ متشابہات میں سے ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب بعض روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ سعادت نصیب ہوگی۔ لیکن یہ سعادت کیسے نصیب ہوگی، اس کا ذکر روایات میں نہیں ملتا۔ احادیث میں جو باتیں درج ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی دیکھو گے جیسے کھلے آسمان پر چاند کو دیکھتے ہو۔

اس موقع پر ہماری کیفیت کیا ہوگی؟ ہماری آنکھیں اس نظارے کا کیسے تحمل کر سکیں گی؟ یہ سب باتیں امورِ متشابہات میں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیں اپنے اندازے لگانے کے بجائے اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

حضرت خضر علیہ السلام

سوال: حضرت خضر علیہ السلام کون تھے؟

جواب: اس بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی کی رائے یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے۔ اس رائے کا اظہار انھوں نے ”تدبرِ قرآن“ میں سورہ کہف کی تفسیر میں کیا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ اس معاملے میں، میں اپنے جلیل القدر استاد کی رائے کے بجائے مولانا مودودی صاحب کی رائے کو صحیح سمجھتا ہوں۔ وہ میرے نزدیک کارکنانِ قضا و قدر ہی میں سے تھے۔